بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ آغاز

مسلمان عورت سے متعلق ایک سوالنامہ کا جواب

سید جلال الدین عمری

معروف دینی و علمی ماہنامہ 'ترجمان القرآن' لاہور کی طرف سے کئی ماہ قبل ایک سوالنامہ موصول ہوا تھا۔ یہ سوالنامہ موجودہ دور میں ایک دین دار عورت کے مسائل، عورت کے ساتھ مسلم معاشرہ کا رویہ، اسلامی تحریکات کی اصلاحی کوششیں، آئندہ کی توقعات جیسے اہم سوالات پر مشتمل تھا۔ ذیل کے مضمون میں اسی کا جواب دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ (جلال الدین)

موجودہ دور میں دین دار عورت کے مسائل اور مشکلات

یہاں پہلے بعض ان مسائل کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے جن سے آج کی مسلمان عورت دوچار ہے۔

مغرب نے جو مسائل پیدا کیے ہیں ان میں بنیادی مسئلہ اس کے فلسفۂ حیات کا ہے، اس کا حملہ اتنا زبردست اور اس کا دباؤ اتنا شدید ہے کہ مسلمان عورت کو استقلال اور استقامت کے ساتھ اس کا مقابلہ کرنا پڑ رہا ہے۔ وہ قدم قدم پر محسوس کرتی ہے کہ یہ پورا فلسفہ اس کی راہ میں مزاحم ہی نہیں بلکہ اسے ایک دوسری ہی سمت میں لے جانا چاہتا ہے۔ اس میں خدا پر ایمان و یقین، اس کی عبادت و اطاعت، رسول کی رسالت، اس کی ہدایت اور راہنمائی اور آخرت کی بازپرس کا کوئی تصور نہیں پایا جاتا۔ وہ دین کی ان بنیادی حقیقتوں کا انکار کرتے ہوئے آگے بڑھتا ہے اور ان سے آزاد ہو کر زندگی کی تعمیر چاہتا ہے۔ یہ ایک زبردست ذہنی کشمکش ہے جس سے مسلمان عورت دوچار ہے۔ (یہ کشمکش مسلمان مرد کے لیے بھی ہے یہاں زیرِ بحث مسلمان عورت کے مسائل ہیں۔ اس لیے صرف اسی کا ذکر ہے)

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں مسلمان عورت گھر اور خاندان کو اپنا اصل مرکز توجہ اور حقیقی دائرۂ کار سمجھتی ہے۔ مغربی تہذیب اسے اس مرکز سے ہٹانے کی بھرپور کوشش میں لگی ہوئی ہے۔ وہ گھر میں گھس کر اس کے سکون پر حملہ آور ہو رہی ہے اور اسے بے یقینی اور اضطراب میں مبتلا کرنا چاہتی ہے۔ مغرب جن پہلوؤں سے اسلام پر اپنی یورش جاری رکھے ہوئے ہے ان میں اس کے نظامِ خاندان کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ وہ مختلف عنوانات سے یہ بات ذہن نشین کرانا چاہتا ہے کہ اسلامی خاندان عورت کے لیے ایک قید خانہ سے کم نہیں ہے، اس کی بنیاد مرد کے اقتدار پر ہے۔ اس میں عورت کی حیثیت ایک محکوم سے زیادہ نہیں ہے، اس کے حقوق غیر محفوظ اور اس کی ذمہ داریاں بے شمار ہیں، وہ پیدائش سے لے کر شادی تک ماں باپ کی دست نگر اور شادی کے بعد شوہر کی باندی ہے، اسے جب چاہے طلاق کے دو لفظ بول کر گھر سے نکالا جا سکتا ہے، اس کی معاش کا کوئی نظم نہیں ہے اور وہ مرد کے ہاتھ میں مجبور و محبوس ہے۔

خاندانی نظام پر اس فکری یلغار یا لگاتار حملوں کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان عورت اس نظام ہی سے متنفر ہو جائے، اسے ایک ظالمانہ نظام سمجھے اور اس کے خلاف بغاوت پر آمادہ ہو جائے وہ آگے بڑھ کر ماں باپ سے، شوہر سے اور پورے خاندان سے بغاوت کر دے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ عورت کی بغاوت کے بعد خاندان اپنی جگہ قائم نہیں رہ سکتا اور اسے شکست و ریخت سے کوئی طاقت بچا نہیں سکتی۔ خاندان، معاشرہ کا بنیادی ادارہ ہے۔ اسلام آج بھی یہاں بڑی حد تک زندہ اور محفوظ ہے۔ اگر یہ ادارہ ختم ہو جائے تو اجتماعی زندگی کے دوسرے اداروں سے وہ آسانی سے ختم ہو جائے گا مغربی تہذیب یہی چاہتی ہے۔

مغرب میں عورت اور مرد کی مساوات کا ایک خاص تصور پایا جاتا ہے۔ یہ ایک غیر فطری تصور ہے۔ اسی وجہ سے خود مغرب میں اسے پوری طرح اپنایا نہیں جا سکا ہے۔ عورت اور مرد کی صلاحیتوں کا فرق اس میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ لیکن اس تصور کو اس طرح پیش کیا جاتا ہے کہ یہ ہر تنقید سے بالاتر ہے۔ چنانچہ اس کے خلاف زبان کھولنے کی ہمت بھی مشکل ہی سے کی جاتی ہے۔

مساوات کے اس تصور کے تحت مسلمان عورت کو یہ باور کرانے کی مسلسل کوشش ہو رہی ہے کہ خاندان ہی میں نہیں، اس سے ہٹ کر زندگی کے دوسرے شعبوں میں بھی

اسلام اسے مرد کے مساوی درجہ دینے کے لیے تیار نہیں ہے۔ اسے وہ حقوق حاصل نہیں ہیں جو بحیثیت ایک انسان کسی مہذب معاشرہ میں ملنے چاہئیں۔ اسے مرد سے کم تر سمجھا جاتا ہے، اس کی شہادت آدھی شہادت ہے، اس کی دیت نصف دیت ہے، وراثت میں اس کا حصہ آدھا ہے۔ ملازمت، تجارت اور صنعت وحرفت میں اس کا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔ حکمرانی کے منصب پر وہ کبھی فائز نہیں ہوسکتی۔ مسلمان عورت کی مظلومیت کی یہ داستان دورِ جدید کے طاقت ور ذرائع ابلاغ سے اس زورشور سے سنائی جارہی ہے کہ دل و دماغ کا اس سے متاثر و مرعوب ہونا تعجب خیز نہیں ہے جبکہ اسلام کا موقف اتنی ہی قوت کے ساتھ سامنے نہیں آرہا اور ماحول بھی اس کے مخالف ہے۔

مسلمان عورت عملی کشمکش میں بھی مبتلا ہے۔ ایک طرف اس کے خیالات زمانہ کے خیالات سے متصادم، اس کے سوچنے کا انداز معاصر فکر سے مختلف، اس کے ذوق اور دل چسپی کا دائرہ آج کی دنیائے تفریح سے جدا اور دوسری طرف اس کا صوم وصلوٰۃ اور عبادات کا پابند ہونا، اخلاقی اقدار پر اس کا اصرار، موجودہ عریاں کلچر اور آرٹ سے اس کی دوری، شرم و حیا کو اس کا زینت سمجھنا، اس کا لباس اور اس کا حجاب یہ سب چیزیں آج کے ماحول میں اسے بالکل اجنبی بنا کر رکھ دیتی ہیں وہ یوں محسوس کرتی ہے جیسے اس کا دم گھٹ رہا ہو اور دین داخلاق کی صاف ستھری فضا میں وہ سانس لینا چاہے تو بھی نہ لے پا رہی ہو۔ اگر اتفاق سے اور اب یہ محض اتفاق ہی نہیں رہا بلکہ ایک عمومی واقعہ بن گیا ہے، ماں باپ، شوہر یا خاندان کے دوسرے افراد غیر اسلامی ذہن ومزاج کے ہوں تو مسلمان عورت کی کشمکش اپنے گھر ہی سے شروع ہوجاتی ہے۔ یہ کشمکش بڑی سخت ہوتی ہے۔ اپنے قریبی ماحول کے ناسازگار ہونے کی وجہ سے اسے بے شمار دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

موجودہ حالات میں ایک مسلمان خاتون جن مسائل سے دوچار ہے ان میں ایک اہم مسئلہ بچوں کی تعلیم وتربیت کا ہے۔ آج علم محض چند طبعی یا فکری معلومات میں اضافہ کا نام ہے۔ ہمارے تعلیمی ادارے طالب علم کو ادبی، سماجی اور سائنسی معلومات تو فراہم کرتے ہیں لیکن ان معلومات کو صحیح رخ نہیں دے پاتے، اس لیے طالب علم کی ذہنی وفکری تربیت نہیں ہوتی اور معلومات کا یہ بوجھ کبھی دین سے انحراف کا سبب بن جاتا ہے۔ تعلیمی اداروں سے باہر کی دنیا اخلاقی بگاڑ ہی میں اضافہ کرتی ہے۔ بسا اوقات گھر کا ماحول بھی اصلاح وتربیت میں معاون نہیں ہوتا۔

ان حالات میں اسلامی ذہن وفکر رکھنے والی خاتون جب دیکھتی ہے کہ نئی نسل جس میں اس کی اولاد بھی شامل ہے غیر اسلامی افکار کے سیلاب میں بہی چلی جارہی ہے اور اسے وہ روک نہیں پارہی ہے تو اسے دنیا تاریک نظر آنے لگتی ہے۔ اس کی اس پریشانی اور فکرمندی کا تصور کرنا دشوار نہیں ہے۔

یہ تو بعض مسائل اور دشواریاں ہیں۔ مخالف ماحول میں اس طرح کی دشواریوں کا پیش آنا تعجب خیز نہیں ہے۔ ان کا پیش نہ آنا تعجب کا باعث ہو سکتا ہے۔ ان سے ہراساں ہونے کی ہرگز ضرورت نہیں ہے مسلمان خاتون اپنے دین وایمان، خدا سے تعلق اور استقامت اور حکمت وتدبیر سے ان پر قابو پا سکتی ہے۔ اگر وہ اس فیصلہ اور عزم ویقین کے ساتھ کھڑی ہو کہ حق پر قائم رہے گی اور غیر اسلامی ماحول کو بدلنے کی راہ میں جو مشکلات پیش آئیں گی انھیں خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کرے گی تو اللہ تعالیٰ کی نصرت اسے حاصل ہوگی، رکاوٹیں دور ہوں گی۔ ظلمت شب چھٹے گی اور کامیابی کی سحر طلوع ہوگی۔

مسلم معاشرہ میں عورت کی حیثیت

موجودہ مسلم معاشرہ میں (خاص طور پر برصغیر کے پس منظر میں) عورت کی حالت بڑی ابتر رہی ہے۔ وہ ان حقوق سے بڑی حد تک محروم تھی اور ہے جو اسلام نے اسے عطا کیے ہیں۔ دورِ جاہلیت کی طرح لڑکی کو ایک بوجھ سمجھا جاتا ہے۔ اس کی پیدائش پر خوشی نہیں محسوس کی جاتی بلکہ ماں باپ اور گھر کے لوگوں پر ایک طرح کی افسردگی چھا جاتی ہے، پیدائش کے بعد اس کی پرورش اور تعلیم وتربیت کی طرف وہ توجہ نہیں کی جاتی جو لڑکوں کے سلسلہ میں کی جاتی ہے، اس کی تعلیم صحیح معنی میں نہ قدیم ہوتی ہے اور نہ جدید، اس کی معلومات کی دنیا خاندان کے طور طریقوں اور رسوم و رواج تک محدود ہوتی ہے، اس کی واقفیت نہ تو قرآن وحدیث کی تعلیمات سے ہوتی ہے اور نہ جدید علوم سے، زندگی کے کسی شعبہ میں اسے وہ بصیرت حاصل نہیں ہوتی کہ دینی اور دنیوی نقطۂ نظر سے صحیح اور غلط کا فیصلہ کر سکے، قومی اور بین الاقوامی معاملات سے وہ بے خبر ہوتی ہے، دنیا میں کیا تبدیلیاں آرہی ہیں، کیوں آرہی ہیں اور ان کے پیچھے کیا اسباب وعوامل ہیں ان کا اسے کوئی علم نہیں ہوتا، ان سب باتوں کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ دنیا کے بھلے برے سے کٹ کر رہ گئی ہے۔ اس میں شک نہیں اس صورت حال میں کہیں کہیں تبدیلی ضرور آئی ہے اور ہماری

خواتین نے علم کے میدان میں نمایاں ترقی کی ہے لیکن ایک طویل عرصہ سے وہ تعلیم میں اس قدر پیچھے رہی ہیں کہ اس کی تلافی کے لیے ایک لمبی مدت درکار ہوگی۔

اب تعلیم سے ہٹ کر بعض دوسرے معاملات پر غور فرمایئے۔ شادی کے وقت مہر کی بڑی بڑی مقدار طے ہوتی ہے لیکن اس کے ادا کرنے کی کوشش نہیں کی جاتی، شادی کے بعد اس کی ذمہ داریاں تو بیان ہوتی رہتی ہیں، ان میں وہ ذمہ داریاں بھی شامل ہیں جن کا از روئے شرع کوئی جواز نہیں ہے۔ اس کی عمر کا بہترین حصہ ساس بہو کے جھگڑوں اور سسرال کے غلط سلوک کی نذر ہو جاتا ہے۔ ماحول کی سختی کی وجہ سے اس کی قوت و توانائی ضائع ہوتی چلی جاتی ہے اور وہ خاندان اور سماج کے لیے مفید خدمت انجام نہیں دے پاتی۔ منقولہ اور غیر منقولہ جائداد میں اسے وراثت سے محروم رکھا جاتا ہے، بیوہ یا مطلقہ ہو جانے پر اس کا دوبارہ نکاح ناپسندیدہ سمجھا جاتا ہے۔ بعض اوقات اس کی پوری عمر بے شوہر کے گزر جاتی ہے۔ ان حالات میں مسلمان عورت کے اندر ایک طرح کی مایوسی کا پایا جانا فطری ہے۔ وہ یہ سمجھتی ہے کہ اسے نظر انداز کیا جا رہا ہے، اس کی کمزوری اور مجبوری کا استحصال ہو رہا ہے، اس کے دینی اور سماجی فرائض اور ذمہ داریوں کا تو ہر طرف چرچا ہے اور ان کے پورے کیے جانے کا مطالبہ بھی شدت سے ہوتا رہتا ہے لیکن اس کے حقوق ادا کرنے کی فکر نہیں ہوتی۔ یہ احساس عملاً اسے آہستہ آہستہ اسلام سے دور کر رہا ہے۔ اس کے اندر اسلام سے نظریاتی یا فکری بغاوت تو بالعموم نہیں ہے لیکن اسلام سے جس قسم کا تعلق اور وابستگی ہونی چاہیے وہ کمزور ہوتی جا رہی ہے۔ اسے اسلامی معاشرہ میں وہ کشش نظر نہیں آتی جو اس سے جڑے رہنے اور اسے مستحکم بنانے کے لیے ضروری ہے۔

تحریکات اسلامی کی اصلاحی کوششیں

اسلامی تحریکوں نے اس صورت حال کو بدلنے کی مختلف پہلوؤں سے جو کوشش کی ہے اس کا اعتراف نہ کرنا بڑی زیادتی ہے۔ اس کے نتیجہ میں جہاں تک ان تحریکوں کے اثرات ہیں ایک طرف تو مسلمان عورت کو اس کے اسلامی حقوق مل رہے ہیں۔ دوسری طرف خود مسلمان خواتین کے ایک طبقہ میں دین کا صحیح شعور پیدا ہو رہا ہے، ان میں سے بعض اسلامی جذبات سے سرشار ہیں اور حالات کا مقابلہ کر رہی ہیں لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس

کے اثرات بہت محدود ہیں، سماج میں اس سے کوئی بڑی محسوس تبدیلی واقع نہیں ہوئی ہے۔ آج بھی مسلمان عورت اسلام کی واضح تعلیمات سے متصادم اور مخالف ماحول میں زندگی گزارنے پر مجبور ہے۔

جب اسلام غالب ہوگا

اسلام اور غیر اسلام کی کشمکش کا یہ دور ختم ہونے کے بعد مسلمان عورت، یقین ہے کہ ایک نئی زندگی اور نئی توانائی کے ساتھ میدان عمل میں آئے گی۔ اس کے چند نمایاں پہلو یہ ہوں گے۔

غیر اسلامی افکار ونظریات اس کے لیے اپنی کشش کھودیں گے۔ ان کے جھوٹے پروپیگنڈے اور کھوکھلے نعروں کی تاثیر ختم ہوجائے گی۔ مسلمان عورت اسلامی فکر کی علم بردار اسلامی سیرت کی حامل اور اسلامی حدود وآداب کی پابند ہوگی۔ اس کی پوری زندگی اسلامی قالب میں ڈھل جائے گی۔

وہ علم کی دولت سے آراستہ، دنیاوی مسائل سے واقف اور دینی بصیرت کی حامل ہوگی، اس وجہ سے اسے کسی فکری اضطراب میں مبتلا کرنا اور دین سے پھیرنا آسان نہ ہوگا۔

اسلام نے اسے جو حقوق دیئے ہیں، چاہے ان کا تعلق عائلی زندگی سے ہو یا سیاسی، سماجی اور معاشی زندگی سے، وہ ان سب سے بہرہ ور ہوگی اور اس احساس سے دوچار نہ ہوگی کہ اسلامی معاشرے میں بھی اسے ان حقوق کے لیے جدوجہد کرنی پڑتی ہے۔ اسے وہ ان کا محافظ پائے گی۔ موجودہ دور کے پرفریب تصورِ مساوات کی جگہ حقیقی مساوات سے روشناس ہوگی۔

مسلمان عورت کو اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کا بھی احساس ہوگا۔ وہ خانگی ذمہ داریوں کو حقیر نہیں سمجھے گی بلکہ معاشرہ کی تعمیر میں خاندان کی جو اہمیت ہے اسے وہ اہمیت دے گی، اسے اسلام کا مضبوط قلعہ بنانے میں شوہر کی معاون ہوگی اور آنے والی نسل کو اسلامی سیرت و کردار میں ڈھالنے کی کوشش کرے گی۔

مسلمان عورت کا ملکی وملّی مسائل سے مضبوط تعلق ہوگا، وہ ملک وملت کی فلاح وبہبود کے لیے فکرمند ہوگی اور اس کے لیے مناسب تدابیر اختیار کرے گی۔ اجتماعی زندگی میں موثر کردار ادا کرے گی، رائے مشورہ اور نقد واحتساب میں شریک ہوگی اور جہاں کوئی خامی دیکھے گی اس کی اصلاح کی کوشش کرے گی۔

اسلامی تحریکوں کے لیے بعض توجہ طلب پہلو

یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلامی تحریکوں میں مسلمان خواتین کا جو حصہ ہونا چاہئے وہ نہیں ہے۔ حالانکہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی ذمہ داری مرد اور عورت دونوں پر ڈالی گئی ہے۔ یہ اسلام کا دعوتی مقصد بھی ہے اور سیاسی بھی۔ اسلام جس معاشرہ کی تعمیر چاہتا ہے اس کا اس وقت تک تصور نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ دونوں معروف کو قائم کرنے اور منکر کو مٹانے میں نہ لگ جائیں۔ قرآن مجید اس پاک مقصد کے لیے دونوں کے باہم تعاون کو ضروری قرار دیتا ہے یہی حقیقت سورۂ توبہ کی اس آیت میں بیان ہوئی ہے۔

وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ	ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں
بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ	ایک دوسرے کے معاون اور مددگار ہیں،
بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ	وہ معروف کا حکم دیتے اور منکر سے منع کرتے
الْمُنْكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ	ہیں۔ نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں
الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ	اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے
أُولَٰئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ	ہیں یہی لوگ ہیں جن پر اللہ رحم کرے گا۔ بے شک
حَكِيمٌ ○ (التوبۃ : ۷۱)	اللہ زبردست اور حکمت والا ہے۔

دور اول کی تاریخ ہمارے سامنے ہے، اللہ کے دین کے قبول کرنے، اس کے لیے تکلیفیں برداشت کرنے اور ہجرت، جہاد اور اسلامی ریاست کے قیام کے مختلف مراحل میں وہ مردوں کے دوش بدوش رہی۔ یہی کردار آج مسلمان عورت کو ادا کرنا چاہیے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ کار دعوت کی اہمیت اس کے ذہن نشین کرائی جائے، اس راہ میں قربانی کا جذبہ اس کے اندر پیدا کیا جائے۔ اسے بتایا جائے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرماں برداری کا ایک بنیادی تقاضا امر بالمعروف ونہی عن المنکر بھی ہے۔ اس کی تکمیل مرد اور عورت کے تعاون ہی سے ہو سکتی ہے۔ معروف کے مٹنے اور منکر کے پھیلنے پر جو بے چینی ایک دیندار مرد میں ہونی چاہئے وہی ایک دین دار عورت میں ہونی چاہیے۔ اس کے ساتھ شرعی حدود کے اندر اسے ان تمام کاموں میں عملاً شریک کیا جائے جو اس فریضہ کی انجام دہی کے لیے ضروری ہیں۔

ادارہ تحقیق و تصنیف کی گرانقدر مطبوعات

قیمت	صفحات	مصنف	تصنیف
۲۵/=	۲۱۶	مولانا صدرالدین اصلاحی	معرکۂ اسلام و جاہلیت
۴۰/=	۳۸۸	مولانا سید جلال الدین عمری	صحت و مرض اور اسلامی تعلیمات
۲۵/=	۱۷۶	"	اسلام میں خدمتِ خلق کا تصور
۳۵/=	۲۰۰	"	مسلمان عورت کے حقوق اور ان پر اعتراضات کا جائزہ
۸/=	۸۸	"	اسلام اور مشکلاتِ حیات
۱۰۰/=	۵۹۱	مولانا سلطان احمد اصلاحی	مذہب کا اسلامی تصور
۲۰/=	۱۰۲	"	مشترکہ خاندانی نظام اور اسلام
۳۰/=	۱۲۶	پروفیسر محمد یٰسین مظہر صدیقی	عہد نبوی کا نظام حکومت
۲۵/=	۲۸۰	الطاف احمد اعظمی علیگ	ایمان و عمل کا قرآنی تصور
۲۵/=	۲۰۰	ڈاکٹر عبیداللہ فراہی	تصوف ـ ایک تجزیاتی مطالعہ
۲۵/=	۲۴۷	ڈاکٹر رؤف اقبال	عہد نبوی کے غزوات و سرایا

ادارۂ تحقیق نے اپنی اردو اور انگریزی مطبوعات کے علاوہ دیگر اہم مکتبوں کی علمی و دینی کتب کی فراہمی کا بھی انتظام کیا ہے۔ فہرست کتب ایک خط لکھ کر طلب کی جاسکتی ہے

مکتبہ تحقیق و تصنیف اسلامی

پان والی کوٹھی۔ دودھ پور۔ علی گڑھ